پناہ

بریک بڑے کرب ناک انداز میں چرچرائے تھے اور کار زبردست دھچکے سے رُکی تھی۔

''یا اللہ خیر..... یہ کون اپنی جان کا دُشمن راہ میں آیا.....؟''

وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر آیا۔ اتنا تو اسے یقین تھا اگر وہ مہارت، چابک دستی اور حاضر دماغی سے کام نہ لیتا تو گاڑی کے دو اگلے پہیے اس شخص کو ضرور روند جاتے۔

اسے یہ دیکھ کر شاید دھچکا لگا کہ گاڑی کی زَد میں آنے والا کوئی مرد نہیں بلکہ چادر میں لپٹی کوئی نازک سی لڑکی ہے۔ صحیح کہا گیا ہے مصیبت اکیلی نہیں آتی۔ اس نے واپس اُٹھ کر گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا پھر واپس آ کر اسے اُٹھا کر پچھلی سیٹ پر ڈالا۔

خدا معلوم کون ہے۔ بارہ بج رہے ہیں۔ اتنی رات کو تنہا لڑکی۔ اگر سی ایس پی دوست کی سچی رفاقت کی ڈھارس دل کو نہ ہوتی تو وہ شاید بے دردی سے گزر جاتا۔

اس نے بہت سے نیکی کرنے والوں کا انجام دیکھا تھا اور سوچ کر ہی کانوں کی لوؤں کو چھوا تھا لیکن اب محسوس ہو رہا تھا کہ یہ دل ''سنگی'' نہیں ہے۔ ضمیر کس طرح گوارا کرتا ہے کہ کسی کو عالم لاچاری میں بے یار و مددگار چھوڑ دیا جائے۔؟

اسے اپنی غلطی دُور دُور تک نظر نہیں آ رہی تھی۔ سامنے دُور دُور تک سڑک بالکل صاف اور سنسان تھی۔ اگر اس کی گاڑی کی اسپیڈ تیز تھی تو اسی وجہ سے..... اس کے آگے پیچھے کوئی گاڑی نہیں تھی کہ اس نے ٹریفک کے قوانین کو پس پشت ڈالنے کی کوشش کی ہو۔

یہ لڑکی بائیں طرف سے اچانک سامنے آئی تھی۔ شاید رات کی وجہ سے جلدی میں ہوگی۔ اس نے سر جھٹک کر خیالات کو منتشر کیا اور نزدیکی ہاسپٹل کا رُخ کیا۔

♦ ♦ ♦

''امی آپ یقین کریں۔ میرا رُخ حیدرآباد کی طرف۔ میرا ذہن حیدرآباد کی طرف کہ ایک دم بادبان کھل گئے۔'' اس نے سر کھجایا۔

''قسم لے لیں امی، بڑے سیریس قسم کا معاملہ ہوگیا تھا۔ ورنہ اس قدر غیر ذمہ دار نہیں ہوں کہ عین منگنی سے آٹھ گھنٹے پہلے پروگرام ملتوی کر دوں۔ ہاں شادی ہو رہی ہوتی تو شاید.....'' اس نے نچلا ہونٹ دبا کر مسکراہٹ روکی۔

''ارے نہیں امی جان.....! منگنی میری مرضی و پسند سے ہو رہی ہے۔ خدا معلوم اس میں کیا مصلحت ہے کہ میں اس مشکل میں گرفتار ہوگیا ہوں۔ آپ ان لوگوں کو سمجھا دیں۔''

''جی.....؟''

''امی..... میں آپ کو کبھی دھوکے یا اندھیرے میں نہیں رکھ سکتا۔ میرے نزدیک یہ آپ کے مقام و مرتبے ہی کو نہیں، محبت کی بھی توہین ہے۔ آپ مجھ پر اعتبار کریں۔ یقین کیجئے میرا..... جی ہاں..... میں جلد ہی آپ کو نئی تاریخ سے مطلع کروں گا۔ اوکے.....؟''

اس نے طویل سانس لے کر ریسیور رکھ دیا۔ کچھ دیر پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا رہا۔ کچھ سوچتا رہا۔ پھر کوئی نمبر ملانے لگا۔

''ہیلو..... کون ..... پہلوان.....؟ وعلیکم السلام..... خان صاحب ہیں؟ دادو گئے ہوئے ہیں؟ ڈاکوؤں سے مقابلے کے لئے.....؟ اوہ..... واپسی کب تک ہوگی.....؟ عارضی ٹرانسفر ہوگیا ہے.....؟ او میرے خدا.....

چھوڑو یار..... ہاں ٹھیک ہے نمبر لکھوا دو۔''

(بہت اچھی طرح نپٹوں گا خان صاحب سے.....)

وہ فون بند کر کے چند لمحے کمرے میں بے چینی سے چکر پر چکر کاٹتا رہا..... پھر ایزی چیئر پر بیٹھ گیا۔ چین پھر بھی نہ آیا۔ حالانکہ وہ رات تین بجے سویا تھا لیکن اعصابی خلجان کی وجہ

سے نیند بھی بھرپور طریقے سے نہ آئی تھی۔ سوا سات بجے پھر اُٹھ گیا تھا۔

اس وقت نو بج رہے تھے۔ اس نے چابی اُٹھا کر ہاسپٹل کا رُخ کیا..... لڑکی کو زیادہ چوٹیں تو نہیں آئی تھیں۔ محض سر میں چوٹ لگنے کی وجہ سے بے ہوش ہوگئی تھی۔

رات والی نرسوں کی ڈیوٹی آف ہو چکی تھی۔ لہٰذا اب وہ پھر نئے سرے سے نئے چہروں کے درمیان تھا۔

ڈاکٹر اور نرس کے ہمراہ وہ وارڈ میں داخل ہوا تو وہ پشت کیے ہوئے سو رہی تھی۔

''خون کافی نکلا تھا۔ کمزوری کی وجہ سے غفلت میں ہیں۔''

''اچھا اچھا..... رہنے دیں، مت جگائیں، میں شام کو پھر آجاؤں گا۔ یہ ایڈریس تفصیل سے لکھ رہا ہوں اور فون نمبر بھی۔'' اس نے جھک کر سائیڈ ٹیبل پر موجود سفید سے کاغذ پر جلدی جلدی سطریں کھینچی تھیں۔

''کسی چیز کی ضرورت ہو تو میں چار بجے کے بعد ہر لمحے میں دستیاب ہوں۔'' وہ قلم جیب میں اٹکاتے ہوئے مسکرایا۔ ''اور جہاں تک ہو سکے..... اسے پولیس کیس بننے سے بچایئے۔ میں رات کو ڈاکٹر یوسف سے بھی استدعا کر چکا ہوں۔ تفصیل سے بات ہو چکی ہے میری..... محترمہ مکمل ہوش میں آجائیں تو باقی مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔ اوکے..... خدا حافظ۔''

''کون..... گڑیا.....؟''

''ارے یار..... کچھ نہ پوچھو، بڑی مشکل میں پھنسا ہوا ہوں۔'' اس نے بڑی بے چارگی سے کہا۔

''تمہاری بھابی یعنی ہماری ہونے والی دُلہن بہت پریشان ہیں.....؟ ان سے کہنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ بغیر منگنی کے بھی شادی ہو جاتی ہے۔''

''ہاں..... ہاں..... امی نے تو فون کیا تھا۔ بس دیکھو بات یہ ہے کہ..... مشکل وہ ہے جو تفصیل چاہتی ہے اور میں فی الوقت تفصیل بیان کرنے سے قاصر ہوں''

''ارے نہیں ہماری ساس صاحبہ تو بہت اچھی خاتون ہیں۔ انہیں یہ شک کیوں ہوا.....؟ مرد کی زبان ایک ہوتی ہے۔ ایسے ''جُل'' دینے والے لگتے ہیں ہم شکل سے.....؟

دیکھو گڑیا..... ان سے کہہ دینا، ''اے ایمان والو.....! بہت گمان کرنے سے بچو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔''

''ہائیں..... یہ تم ہنس رہی ہو..... بڑے شرم کی بات ہے۔ تمہاری ملانی جی نے یہ نہیں بتایا کہ ذکر الٰہی کے فوراً بعد کس قسم کے کلمات ادا کرتے ہیں.....؟ اور دیکھو یہ بار بار فون کھڑکانے کی ضرورت نہیں۔ امی کو بل بھرنے کے بعد مہینے کے آخر میں تنگی ہوگئی تو میری ہی جیب پر بار پڑے گا..... کہ ہم دونوں ہی یعنی ابو اور میں ملازمت پیشہ ہیں..... تجارت پیشہ نہیں۔''

''ٹھیک ہے اچھا کماتے ہیں لیکن بل بھرنے کے لئے نہیں۔ میں جلد پہنچ جاؤں گا..... انشاءاللہ..... او کے..... خدا حافظ۔''

♦ ♦ ♦

دونوں وقت ملتے ہی آسمان بادلوں سے ڈھک گیا اور رات وقت سے پہلے ہی ہوگئی۔

اسی وقت کال بیل بجی..... اس نے بستر پر لیٹے لیٹے ہی برا منہ بنا کر اس طرف دیکھا جہاں سے ''آوازِ جرس'' سنائی دی تھی۔ پھر بستر پر اوندھا ہو گیا۔

''ایک تو ان گھنٹیوں نے تنگ کر دیا ہے..... اطلاعی گھنٹی..... فون کی گھنٹی..... اکثر غلط بٹن دب جانے پر کوکنگ رینج کی گھنٹی..... برابر والے سلطان صاحب کے بچے کی ٹرائی سائیکل کی گھنٹی..... دودھ والے کی سائیکل کی گھنٹی..... اخبار والے کی سائیکل کی گھنٹی..... جو وہ بلاک شروع ہونے سے پہلے ہی بجانا شروع کر دیتا تھا۔ گویا اخبار نہ لا رہا ہو ایمبولینس لا رہا ہو..... اکرم کہا کرتا تھا، یار تم میں مضمون نگاری کے زبردست جوہر ہیں..... سوچ رہا ہوں لکھ ہی ڈالوں ایک مضمون بہ عنوان ''گھنٹی'' بلکہ خطرے کی گھنٹی.....''

کال بیل مسلسل چیخ رہی تھی۔ وہ پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ درحقیقت وہ بے حد تھکا ہوا تھا۔ اس وقت کسی کی بھی شکل دیکھنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ جز وقتی ملازم کام نمٹا کر جا چکا تھا۔

لیکن کال بیل کی آواز اس کے اعصاب ہلا رہی تھی۔ وہ جھلا کر آخر کار اُٹھ ہی گیا کہ کبوتر کی آنکھیں بند کرنے سے بلی نہیں بھاگے گی۔

اس نے راہ داری کی چٹخنی گرائی۔ پوری سرخ بجری کی روش پار کی، فاصلہ سمٹتا گیا، غصہ بڑھتا گیا۔ اس نے بڑے شور کے ساتھ گیٹ کھولا تھا اور اس سے کہیں زیادہ بری طرح بدحواس ہو کر پیچھے ہٹا تھا اور وہ تیزی سے اندر گھس آئی تھی اور بڑی عجلت کے انداز میں گیٹ بند کیا تھا۔

''مم..... محترمہ..... دیکھیں بھئی میں ایک شریف و معزز آدمی ہوں..... جو تھوڑی بہت کسر رات باقی رہ گئی تھی وہ اب پوری نہ کریں..... عجیب خدائی آفت ہیں آپ..... اور یہ ہاسپٹل والوں کی آنکھوں میں مرچیں بھر کر آئی ہیں آپ.....؟ اور یہ میرے گھر کا پتا.....؟''

''قریشی صاحب.....! آپ کو اس عورت کا واسطہ جس کی عزت و حرمت آپ کو اپنی جان سے زیادہ عزیز ہو سکتی ہے۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔ ''میری بات تو سن لیں۔''

''ارے آپ تو میرے نام سے بھی واقف لگتی ہیں۔'' اتنے پر اثر انداز میں کہی گئی بات نے اس پر گہرا نقش چھوڑا تھا۔

''ایسا کیجئے..... اندر آ کر مجھے حقیقت سے مطلع کیجئے جو کچھ ہو سکتا ہے کروں گا..... آپ نے واسطہ ہی ایسا دیا ہے۔''

وہ گیٹ بند کر کے اسے ہال میں لے آیا۔

''پہلے تو یہ بتایئے کہ.....''

''میں گھر سے بھاگی ہوئی لڑکی ہوں۔''

''اور یقیناً ہاسپٹل سے بھی بھاگ کر آئی ہیں..... کیونکہ کل تک تو آپ ڈسچارج نہیں ہو سکتی تھیں..... کیوں.....؟''

''جی.....!'' اس نے چادر کے پلو سے آنکھیں رگڑتے ہوئے سادگی سے اعتراف کیا۔

''بھاگنے کی شوقین تو آپ ثابت ہو گئی ہیں۔ دل چاہ رہا ہے، آپ سے کہہ دوں 'یہاں سے' بھی بھاگ جایئے.....'' اس نے بڑے ڈھب سے اپنی بات کی۔

''قریشی صاحب.....! مم..... میں بہت شریف لڑکی ہوں۔ آپ یقین کیجئے۔'' اس کی آواز بھرا گئی۔

''گھر سے بھاگنے والی لڑکیاں شرافت کا اعلیٰ معیار ہوتی ہیں..... سنا ہے میں نے بھی۔'' اس نے طنزیہ مسکرا کر کہا۔

''گھر سے بھاگنے کی وجہ پوچھ سکتا ہوں۔'' وہ اس کی جانب دیکھ کر گویا ہوا تو چند لمحوں تک وہ اُلجھی پھر بولی۔

''میرے گھر والے میری مرضی کے خلاف شادی کر رہے تھے۔''

''آپ کی مرضی کس سے تھی.....؟''

''میں شادی کرنا نہیں چاہتی تھی..... میں انٹر میں پڑھتی ہوں۔''

تب جاوید نے اس کی سمت غور سے دیکھا۔ واقعی وہ سترہ اٹھارہ برس کی ناپختہ سی لڑکی تھی۔

''دیکھو بی بی..... میں تمہاری کسی قسم کی مدد سے قاصر ہوں۔''

''آپ مجھے آج رات پناہ تو دے سکتے ہیں۔''

''قطعی نہیں..... میری زندگی کے انتیس سال کی قیمت ایک رات بہت زیادہ ہے۔ ایک تو کھڑے کھڑے آپ نے دس ثبوت تو اپنی کم عقلی کے فراہم کر دیئے ہیں۔ میں مجبور ہوں۔ ''شادی'' اتنا بڑا مسئلہ تو نہیں کہ انسان اپنی عزت داؤ پر لگا دے۔ آپ ہزار طریقوں سے اپنے گھر والوں تک اپنے خیالات پہنچا سکتی تھیں۔'' وہ پتھر لہجے میں بولا۔

''میں شاید آپ کو سمجھا نہ پاؤں۔ میں تو گھر سے اس لئے نکلی تھی کہ کسی گاڑی کے نیچے آ کر اپنی جان دے دوں گی..... آپ میری پریشانی تک نہیں پہنچ سکتے۔ آپ یہ تو پوچھئے کہ ہاسپٹل سے بھاگ کر اتنی مصیبتوں سے آپ کا گھر ڈھونڈ کر یہاں کیوں آئی ہوں۔''

''چلئے بتا دیجئے۔'' وہ جیسے جبراً بولا تھا۔

''آپ صبح کہہ رہے تھے ناں کہ پولیس کیس نہیں بننا چاہئے..... آپ کے منع کرنے، کوشش کرنے کے باوجود پولیس کیس بن تو سکتا تھا ناں..... اگر پولیس کیس بن جاتا تو مرکھپ کر پھر میں گھر پہنچا دی جاتی اور میں جس در کو پھلانگ آئی ہوں، وہاں دوبارہ جانا نہیں چاہتی۔ جس وقت آپ ڈاکٹر سے باتیں کر رہے تھے، اس وقت میں جاگ رہی تھی۔ جو ایڈریس آپ لکھ کر گئے تھے وہ میں نے نوٹ کر لیا تھا..... میرا اس دُنیا میں کوئی نہیں ہے۔'' وہ

پھر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

''محترمہ..... آپ کا کوئی نہیں ہے لیکن میرا ہر کوئی ہے..... یعنی ہر قسم کا رشتہ میری ذات سے وابستہ ہے، سوائے بیوی اور اولاد کے۔

میرے خاندان والے حیدر آباد کے دور افتادہ علاقے میں بستے ہیں..... جس دن سے میری پوسٹنگ کراچی میں ہوئی ہے..... اس دن سے ٹولے کے ٹولے اس عروس البلاد کو دیکھنے، پکنک منانے یہاں اس گھر میں اُترتے ہیں..... ہوسکتا ہے اس وقت بھی کسی چچا، تایا، ماموں کی فیملی یہاں کا قصد کر رہی ہو..... میری عزت کا سوال ہے ورنہ اتنا بے رحم نہیں ہوں..... لہٰذا مہربانی.....''

''میں جانتی ہوں اس دُنیا میں سوائے ماں باپ کے کوئی کسی کے لئے مشکل نہیں اُٹھا سکتا..... میں اب بھی انمول ہوں..... مجھے بن مول بننے سے بچا لیجئے..... باہر اندھیرا بہت ہے۔''

''یہ تو آپ کو گھر سے بھاگتے وقت سوچنا چاہئے تھا۔'' اس کا انداز بدستور ظالمانہ تھا۔

''امتحان تقدیر میں ہوں تو.....؟''

''بہر حال جو بھی حالات تھے..... جو کچھ تھا..... مجھے اب آپ سے ہمدردی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کے کسی کام نہ آسکوں گا۔''

''آپ کی ذات سے اتنے رشتے وابستہ ہیں ان رشتوں میں خواتین بھی ہوں گی جن کا آپ احترام کرتے ہوں گے لیکن وہ میری طرح سوتیلے رشتے کی ڈسی ہوئی نہ ہوں گی۔ مجھے ذرا انہی میں سے ایک تصور کر کے میرے سر پر چادر ٹھہرا دیجئے.....'' وہ ہچکیاں لے کر رو رہی تھی۔

''کل تک میرے ذہن میں ایک ہی بات تھی۔ موت اور صرف موت..... لیکن اس نئی صبح نے مجھے نئے حوصلے دیئے ہیں..... جب میں نے آزادی کی خوشبو پائی تو مجھے محسوس ہوا کہ میں اگر حوصلہ کروں تو جینے کے انداز سیکھ سکتی ہوں۔

لیکن پولیس والی بات نے مجھے ہراساں کر دیا۔ صبح تک بات چھپی ہوئی تھی لیکن شام کو بڑے ڈاکٹر صاحب بہت غصے ہو رہے تھے اور اسے قانون شکنی گردان رہے تھے..... اس لئے

میں فوراً...... میں بہت شریف لڑکی ہوں...... میں تھانے میں بیٹھ کر سوالات کے جواب نہیں دے سکتی...... مجھے ہر شخص کی صورت سے خوف آتا ہے لیکن آپ......"

"مجھے تعریف سے خوشی نہیں ہوتی...... میرا ذہن ہمیشہ دل پر غالب رہتا ہے۔" وہ خشک لہجے میں گویا ہوا۔

"میں آپ کے پاؤں پڑتی ہوں۔ (باہر بہت بھیڑیے ہوں گے) کیا ایک انسان کسی کی عزت کی خاطر اپنا تھوڑا سا آرام قربان نہیں کر سکتا......؟"

قریشی صاحب...... بدترین قسمت من چاہی نہیں ہوتی لیکن جھیلنا پڑتی ہے۔ شکر کیجئے کہ آپ، آپ کے ہاں کی خواتین جن میں آپ کی بہنیں......"

"خاموش ہو جاؤ خدا کے لئے......" اس کی پیشانی پر پسینہ پھوٹ نکلا۔

اس کے کانوں میں اس لڑکی کی سسکیاں چنگاریاں بن کر داخل ہونے لگیں۔ اسے اپنی خودغرضی پر ٹوٹ کر ندامت ہوئی۔

"دیکھو...... پولیس یہاں بھی آ سکتی ہے، اس لئے کہ میرا ایڈریس ہاسپٹل میں موجود ہے اور ہاسپٹل میں تمہیں میں نے داخل کرایا تھا۔ اس کوٹھی کے بائیں جانب سرونٹ کوارٹر ہے، اس کا دروازہ باہر بھی کھلتا ہے۔ بے آباد ہے...... تم وہاں ٹھہرو...... ایک منٹ یہاں رکو...... میں وہاں لائٹ وغیرہ کا انتظام دیکھ کر آتا ہوں۔" وہ باہر نکل گیا۔

اُجاڑ اور دُھول مٹی میں اَٹے ہوئے سرونٹ کوارٹر کو دیکھ کر اس نے ناک پر رومال رکھ لیا۔ باتھ روم اور برآمدے میں بلب موجود تھے۔ نل میں پانی بھی آرہا تھا۔ ایک پلنگ دیوار کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ اس نے بچھا کر ہاتھ مار مار کر اس کی مٹی جھاڑی۔ پھر باہر آیا اور ایک چادر، دری اور تکیہ لا کر پلنگ پر رکھا۔

اپنے کمرے سے چھوٹا کولر اور ایک گلاس بھی لا کر رکھا۔

پھر واپس اس کے پاس آیا۔ "آؤ میرے ساتھ۔" کہہ کر آگے آگے ہو لیا۔

"دیکھو، یہاں سو جاؤ۔ جب تک میں آواز نہ دوں، دروازہ مت کھولنا اور نہ کوئی آواز سن کر باہر آنا...... ٹھیک......؟" وہ کوارٹر سے باہر نکل آیا پھر ایک دم خیال آیا۔

"کھانا کھانا چاہو تو خود ہی تکلیف کر لو...... بہت کچھ ہے گھر میں۔"

اس ہمدردانہ انداز پر لڑکی کا دل بھر آیا۔ وہ خود پر قابو پاتی ہوئی بولی۔

''شکریہ.....! مجھے بھوک نہیں ہے۔''

''سوچ لو ابھی طویل رات پڑی ہے۔''

''جی شکریہ.....!'' وہ اسی طرح پیٹھ موڑ کر گویا ہوئی۔ وہ اپنے بیڈ روم میں چلا آیا۔ مسلسل سوچوں کے نرغے میں تھا۔

ہوسکتا ہے لڑکی نے تکلفاً منع کر دیا ہو۔ کچھ نہ کچھ تو کرنا چاہئے۔ بابا رحیم بہت اچھا کھانا بناتے تھے۔ شام کو انہوں نے سبزی پلاؤ اور سادہ سالن بنایا تھا گوشت کا۔ شاید رائتہ بھی موجود ہو۔ اس نے فریج کھول کر جھانکا۔ چھوٹے سے پلاسٹک کے برتن میں رائتہ موجود تھا۔

جب وہ سبزی پلاؤ گرم کر رہا تھا تو خود پر ہنسی بھی آ رہی تھی کہ اپنے لئے تو اس نے کبھی کھانا گرم نہیں کیا تھا۔ رحیم بابا ابو کے دوست کے ہاں کل وقتی ملازم تھے۔ اس نے..... اپنی پریشانی بتائی تو انہوں نے رحیم بابا کو چار پانچ گھنٹوں کے لئے یہاں بھیجنے پر آمادگی ظاہر کی اور یوں اس کی مشکل حل ہوگئی اور رحیم بابا نے صفائی کرنے والی عورت کا خود انتظام کر دیا تھا۔ گڑیا کالج جاتی تھی، فرح نواب شاہ میڈیکل کالج میں تھی، ککو کی شادی نزدیک تھی۔ اب اتنی پرانی گرہستی کو چھوڑ کر امی کو یہاں منتقل ہونے کے لئے وقت درکار تھا۔ جبکہ ابو کی ریٹائرمنٹ میں سال باقی تھا۔ لہٰذا کچھ دن امتحانوں کی طرح گزارنے ہی تھے اس نے چھوٹے ہاٹ پاٹ میں چاول ڈالے پھر ٹرے میں ضروری چیزیں بھی رکھیں اور سرونٹ کوارٹر کی طرف چلا آیا۔ دستک دی۔

''کون.....؟''

''میں آپ کا عارضی خدمتگار۔''

اس نے دروازہ کھول دیا۔

''لیجئے.....''

''ارے..... آپ نے تو مجھے شرمندہ کر دیا۔ کیوں کی یہ تکلیف..... یہ مہربانی کیا کم ہے کہ.....''

''اچھا..... بس..... بس..... دستک کے جواب میں ''کون'' بھی نہیں بولنا۔ میں خود ہی

آواز دوں گا۔

وہ بالوں میں اُنگلیاں چلاتا واپس ہو گیا۔

واپس آ کر ٹی وی لگا کر بیٹھ گیا۔ لیکن احساس ہوا کہ اس کی سوچوں کو ارتکاز حاصل نہیں۔

♦ ♦ ♦

''دیکھو بھئی..... دو دن ہونے کو آئے اور تم نے ابھی تک کسی واضح سوچ کا اظہار نہیں کیا۔ میں تو جا رہا ہوں حیدر آباد، میری منگنی تین دن التوا کا شکار رہی ہے، اب کوئی مجھے مہلت دینے پر آمادہ نہیں۔ ہفتے بھر کی چھٹی پر تھا تین چھٹیاں تو ضائع ہو گئی ہیں، ایسا نہ ہو آج گھر والے یہاں دھاوا بول دیں۔

میری چھوٹی بہن کو کہانیاں لکھنے کا بہت شوق ہے۔ ایسا نہ ہو ساتھ میں وہ بھی ہو اور آپ پر ایک کہانی لکھ ڈالے ''سرونٹ کوارٹر میں پراسرار روح'' کے عنوان سے۔ پورا گھر لاک کر کے جا رہا ہوں۔ یہ راہ داری اور کچن کی چابی ہے۔ ضرورت کی چیزیں لینے کی آزادی ہے۔ اگر کچھ لے کر چمپت ہو بھی گئیں تو افسوس نہیں ہو گا کہ عموماً نیکی کا ایسا ہی صلہ دیکھنے میں آتا ہے۔''

''آپ کی منگنی ہو رہی ہے.....؟''

''اب تک تو ہو بھی چکی ہوتی اگر..... ویسے ذاتی طور پر مجھے منگنی ونگنی پسند نہیں ہے۔ رونق میلا تو شادی کی طرح لیکن آگے لکھا ہوتا ہے ''باقی آئندہ۔''

وہ اپنی عادت سے مجبور ہو کر مخصوص انداز میں بول رہا تھا۔ وہ بڑی دلچسپی سے سن رہی تھی۔

''اچھا بھئی..... دروازہ اچھی طرح بند کر لو۔''

تھوڑی دیر بعد ہی اس نے گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی تھی۔

♦ ♦ ♦

وہ تو اس سے اپنے مسئلے کے حل کے لئے بات کرنا چاہ رہی تھی لیکن وہ تو ہوا کے گھوڑے پر سوار تھا۔ بس اپنی ہی کہہ کر چل پڑا تھا۔

پوری کوٹھی کا سناٹا اور سرونٹ کوارٹر کی تنہائی، اسے بے تحاشا خوف سا محسوس ہو رہا تھا۔ ہر چند کہ وہ اندر کوٹھی میں ہوتا تھا لیکن دل کو عجیب تقویت سی رہتی تھی۔

وہ دروازہ کھول کر باہر لان میں نکل آئی۔ چند روزہ محنت کے بعد لان کی کچھ صورت نکلنے لگی تھی لیکن پھولوں کا ابھی نام و نشان نہیں تھا۔ البتہ پھلدار درخت، موسمی پھل کا...... افتخار...... لئے کھڑے تھے۔ وہ اِدھر اُدھر چہل قدمی کر رہی تھی اور بدستور سوچ رہی تھی۔ پیشانی کی پٹی کو بار بار لاشعوری طور پر چھو رہی تھی۔

قریشی صاحب آ جائیں تو ان سے اَتا پتا کر کے بے آسرا عورتوں کے مرکز سے رابطہ کرے گی۔ ''اپنا گھر'' کی اس نے بہت شہرت سنی ہوئی تھی کہ وہاں پڑھنے لکھنے، سلائی، کڑھائی بنائی وغیرہ سیکھنے کی بھی سہولت ہوتی ہے تا کہ بے آسرا عورتیں اپنا پیٹ پالنے کے قابل ہو سکیں۔ وہ یہی بات پوچھنے کی کوشش کرتی رہ گئی اور وہ اپنی سنا کر چلا بھی گیا۔

وہ ٹہل ٹہل کر اپنا اضطراب کم کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ نہایت ٹھنڈا پانی پینے کی وجہ سے اسے زکام بھی ہو گیا تھا اور پے در پے چھینکیں چلی آتی تھیں۔

وہ تو گیٹ کے باہر تالا دیکھ کر واپس ہو رہا تھا کہ مسلسل چھینکوں نے اسے چونکا دیا اور وہ بہت حیران ہوا۔ گیٹ کے اُوپر جالی تھی لیکن کافی اُونچی تھی۔ اس نے اُچک کر جھانکا۔ ''فولادی اعصاب'' بھی جواب دے گئے۔

اس کا ذہن نانی دادی کی سنائی کہانیوں میں اُلجھنے لگا۔ بھتنی...... لیکن اتنی خوبصورت......؟

چڑیل...... لیکن زخمی......؟

چھلل پیری...... لیکن یہ تو شاید چڑیل ہی کو کہتے ہیں۔

شاید کوئی بھٹکی ہوئی تشنہ روح۔

لاحول ولاقوۃ...... اسے اپنی سوچوں پر غصہ بھی آیا اور کوفت بھی ہوئی۔

اس کے سامنے جاوید کا چہرہ آ گیا۔

''نہیں..... ہرگز نہیں..... وہ ''عبرت'' کی گنگا نہایا ہوا ہے۔ اس کے بڑے بھائی کو عشق کرنے کا جو سبق اس کے والد نے دیا، اس کے تصور سے جاوید کانوں کو ہاتھ لگاتا رہا ہے اور اکثر کہتا ہے کہ ''یار اگر اپنی اوقات مٹی کرنا ہو اور ذلت کی انتہا دیکھنا ہو تو عشق کر لو۔''

بھلا ایسے ''پاک خیالات'' کا حامل نوجوان.....

اور پھر معشوقہ ''تالوں'' میں تو نہیں رکھی جاتی۔

تو کیا پھر.....؟ نہیں..... میرا ذہن تسلیم نہیں کرتا..... جاوید سے اس گراوٹ کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

اس کا جی تو یہی چاہ رہا تھا کہ گیٹ پھلانگ جائے..... اس کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ سرونٹ کوارٹر میں واپس چلی گئی۔

اور وہ ورطۂ حیرت میں ڈوبا ڈوبا اپنی جیپ تک چلا آیا۔

♦ ♦ ♦

''دو دن بعد آئے ہیں آپ..... میں تو..... قریشی صاحب.....'' اس کی بات اُدھوری ہی رہ گئی۔ وہ گویا ہوا۔

''شکر کریں کہ آ گیا ورنہ دو دن سے زیادہ کا پروگرام تھا میرا..... لیکن آپ جو اعصاب پر سوار تھیں اور مجھے آپ کی یہ رشتے دارانہ بے تکلفی ایک آنکھ نہیں بھائی محترمہ..... اپنی حد میں رہئے۔''

وہ پینترا بدل گیا تو وہ ہکا بکا ہو کر اس کی صورت دیکھنے لگی۔

''کچھ سوچا آپ نے.....؟''

''جی سوچ لیا..... وہ ایدھی ٹرسٹ والوں نے ''اپنا گھر'' بنایا ہے ناں.....''

''تو انہوں نے اپنا گھر بنایا ہے، میرے یا آپ کے لئے تو نہیں بنایا۔ مجھے یا آپ کو ان کے گھر سے کیا سروکار.....؟'' وہ اس کی بات کاٹ کر بولا۔

اور اس کا جی چاہا اپنا سر پیٹ لے۔ عجیب آدمی ہے۔ پوری بات سننا تو شاید اس کے لئے ضروری ہی نہیں۔

''آپ پوری بات تو سن لیں..... انہوں نے بے سہارا عورتوں کی رہائش و پناہ کے لئے ایک مرکز قائم کیا ہے اسے ''اپنا گھر'' کہا جاتا ہے۔''

''لیکن آپ بے سہارا کب ہیں.....؟ بقول آپ کے گھر والے زبردستی شادی کر رہے تھے تو آپ بھاگ کھڑی ہوئیں۔ بھئی جن کے گھر والے موجود ہوں انہیں بے سہارا نہیں کہا جاتا..... آیا کچھ عقل شریف میں.....؟'' وہ وارڈ روب میں شرٹ لٹکا کر واپس پلٹا۔

''نقلی رشتے، رشتے نہیں ہوتے..... میرا کوئی نہیں ہے، آپ یقین کیجئے۔'' اس کی آواز پر آنسو غالب آ گئے۔

''او کے..... او کے..... میں ابھی ڈائل کر کے پتا کرتا ہوں۔''

معاً اس کے کان کھڑے ہوئے..... نئے چرمی جوتوں کی چرچراہٹ بہت نزدیک تھی جو ملازم کے جوتوں کی تو ہرگز نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ جوتے پہنتا ہی نہیں تھا۔

''ہزار دفعہ بابا سے کہا ہے کہ اندر سے گیٹ بند رکھا کریں۔''

''کیا نام ہے تمہارا لڑکی..... دیکھو ڈریسنگ روم کے پردے کے پیچھے گھس جاؤ..... کبھی اور مسئلہ پیدا ہو جائے..... جلدی کرو..... جلدی..... اوہ میرے خدا..... یہ کیا عذاب ہے..... کوئی گھر سے تو نہیں چلا آیا.....'' ہر چند کہ وہ گھر والوں کو صحیح بات بتا چکا تھا لیکن یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ ''حادثے'' کی پرورش کرنے لگا ہے۔

وہ جلدی سے گھس گئی تھی..... اِدھر اس نے پردہ اُٹھا کر ڈریسنگ روم میں داخلہ کیا اور دوسری جانب پردہ اُٹھا کر وہ داخل ہوا تھا۔

''آ..... خا..... ہ..... شاہ رُخ..... ارے تمہارا صرف ''رُخ'' ہی ''شاہ'' جیسا نہیں ہے بلکہ تم تو پورے سراپے سے ''شاہ'' لگتے ہو..... کیسی رہی ڈاکوؤں کے ساتھ.....؟'' وہ اس سے بغل گیر ہو گیا۔

لیکن شاہ رُخ کے انداز میں عجیب سرد مہری سی چھلکنے لگی تھی۔ وہ اس کی پشت تھپتھپا کر الگ ہو گیا۔

''تین دن ہو گئے ہیں..... ویسے فی الحال تو دادو ہی میں تعینات ہوں..... تین دن کی چھٹی لے کر گھر آیا تھا..... بازو میں گولی لگ گئی تھی..... گھر پر ذرا آرام مل جاتا ہے۔''

اس نے مجروح بازو کی جانب اشارہ کیا۔

''اوہ.....زیادہ تو.....''

''نہیں.....نہیں.....بس پار ہوگئی تھی۔'' اس نے لاپروائی سے کہا۔

''پھر تو بہت اکڑاؤ ہوا ہوگا۔'' جاوید متفکر سا نظر آنے لگا تھا۔

''چھوڑو اس قصے کو.....اور سناؤ.....عیش ہو رہے ہیں.....؟'' وہ اخلاقی سطح سے گرا ہوا شخص نہیں تھا لیکن لاشعوری طور پر ہی اس کا لہجہ طنزیہ ہوگیا جو جاوید نے قطعی محسوس نہیں کیا۔

شہ رُخ کافی دیر بیٹھا رہا.....لیکن آج دوستانہ گفتگو بے ربط سی رہی، صرف اسی کی وجہ سے، البتہ جاوید تو اپنے مخصوص انداز ہی میں بول رہا تھا۔ اس دوران اس نے اپنی منگنی کے یادگار واقعات بھی سنا ڈالے جو شاہ رُخ کی توجہ اور دلچسپی سے محروم رہے، وہ چائے پیتے ہی اُٹھ کھڑا ہوا۔

''اچھا یار.....یار زندہ صحبت باقی.....''

''ہاں یار.....زندہ رہنے کی دُعائیں ضرور دو کہ ''اُن'' کا خیال آتا ہے ہمارے بغیر کیسے کٹے گی۔ ورنہ ذاتی طور پر مجھے تو زندہ رہنا پسند نہیں۔''

اس کے مخصوص انداز پر شاہ رُخ کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ در آئی لیکن جلد ہی غائب بھی ہوگئی۔ اس کی گاڑی گیٹ سے باہر تھی جس پر جاوید کو تعجب بھی ہوا تھا کہ وہ تو گاڑی پورچ تک لاتا ہے اگر پورچ ''فری'' ہو۔

اسے رُخصت کرتے ہی جاوید نے تیزی سے گیٹ بند کیا اور اپنے کمرے میں چلا آیا۔

وہ پسینے سے شرابور کپڑے پنکھے تلے کھڑی ہو کر سکھا رہی تھی، اسے دیکھ کر اپنے بے تکلفانہ انداز پر خود ہی شرمندہ ہوگئی اور ڈری ڈری سی دیوار سے لگ کر کھڑی ہوگئی۔

''ارے لڑکی ..... یوں سمجھو آج تو تم نے ہماری.....میرا مطلب ہے میری ناک ہی کٹوا دی تھی.....اگر وہ تمہیں دیکھ لیتا تو میرے بارے میں کیا امپریشن لیتا.....؟

اگر میں اسے از خود سچ بتا دیتا تو سوچ لو تمہارا کیا حشر ہوتا.....؟ ہزار وہ میرا جگری یار ہے لیکن.....ایک ذمہ دار.....پولیس آفیسر ہے۔ حلال رزق سے پلا ہوا جوان.....میں اس سے ہیرا پھیری کی باتیں نہ کر سکتا ہوں نہ اسے اُکسا سکتا ہوں.....اب جلدی کرو اور اپنی

منزل کی طرف روانہ ہو جاؤ..... بابا کو میں دو گھنٹے میں فارغ کر دیتا ہوں جس کی وجہ سے مجھے بے حد پریشانی اُٹھانی پڑتی ہے۔"

"میں تاحیات آپ کی ممنونِ احسان رہوں گی۔"

"رہ لینا لیکن فی الوقت جلدی کرو..... اگر تم نے میرے گھر کی "معزز خواتین" کا واسطہ نہ دیا ہوتا تو میں شاید کبھی رِسک نہ لیتا۔ کوارٹر میں جا کر میرا انتظار کرو..... میں ابھی فون کر کے معلوم کرتا ہوں۔"

"کیا کہہ رہی تھیں تم وہ کس کا گھر.....؟" اسے بھولنے کی بری عادت تھی۔

"جی..... 'اپنا گھر'....." وہ جاتے جاتے پلٹ کر بولی۔

"اچھا..... اچھا..... او کے....." وہ ٹیلی فون کی طرف بڑھ گیا۔

"بات یہ ہے کہ شام کو میں فری نہیں ہوں۔"

"ٹھیک ہے شام کو اکثریت فری ہوتی ہے..... ہم بھی اکثر شام کو فری ہوتے ہیں..... لیکن آج نہیں ہیں۔"

"ضد نہ کرو یار، کل تو ویسے بھی میری چھٹی ختم ہو رہی ہے۔ ڈائریکٹر صاحب آج کل کس موڈ میں ہیں.....؟"

"اچھا موڈ ہے..... واہ..... غالباً بیگم صاحبہ میکے گئی ہوں گی..... ہاہاہا....."

"میرا اعتبار کرو یار میں شام کو فارغ نہیں ہوں..... اچھا ایسا کرنا تم بھی میرے بچے کی سالگرہ میں نہ آنا..... ٹھیک.....؟"

"نہیں ہیں تو کیا ہوں گے نہیں..... گمان اچھے کرو..... کوئی گھڑی گرفت کی بھی ہوتی ہے، ٹھیک ہے..... لیکن لیٹ تو واقعی ہو جاؤں گا..... اچھا..... خدا حافظ۔

اس کے کولیگ موسیٰ کا فون تھا..... کہہ رہا تھا، اس کے بچے کی پہلی سالگرہ ہے اور اس کی بیوی نے خاص تاکید کی ہے کہ جاوید بھائی کو ہر صورت میں آنا ہوگا۔

"واہ صاحب کیا زوراوری ہے۔"

نہ معلوم مجھ پر خواتین اس قدر مہربان کیوں ہونے لگتی ہیں بلکہ بعض تو قربان ہونے کو بھی تیار رہتی ہیں۔

اب میرے گھر ہی کی خواتین کیا ناز اُٹھاتی ہیں میری..... بہنیں..... امی..... اور تو اور بھابی جان جن کا مکمل بائی کاٹ کیا ہوا ہے خاندان بھر نے..... (وہ عموماً چپ چپاتے بھیا بھابی کا دیدار کرنے پہنچ ہی جاتا تھا)..... کیا واری صدقے ہوتی ہیں بھابی جان..... دوستوں کی بیویاں..... بھیا دیور بناتے بناتے نہیں تھکتیں۔

آخر اور بھی تو میرے ''ہمعصر'' پائے جاتے ہیں، ان کے حصے میں خواتین کے اس قدر لاڈ پیار کیوں نہیں آتے.....؟''

کیا میں بہت خوبصورت ہوں یا خواتین مجھ میں اپنے ''قبیل'' کی جھلک پا کر دیوانی ہو جاتی ہیں.....؟ لیکن میں مکمل مردانہ اوصاف کا حامل ہوں۔

خیر کچھ تو ہے جس کی پبلک دیوانی ہے۔ لو بھائی یہ کام اور بڑھا..... سالگرہ۔''

♦ ♦ ♦

''چلئے محترمہ.....!'' سہ پہر کو وہ سرونٹ کوارٹر کا دروازہ بجا رہا تھا۔

وہ چادر اوڑھے باہر آ گئی۔ ''میں تو دوپہر سے تیار بیٹھی ہوں۔'' وہ آہستگی سے گویا ہوئی۔

پھر وہ دونوں کوٹھی سے باہر نکل آئے۔ اس کی گاڑی باہر کھڑی تھی۔ اس نے گیٹ میں تالا ڈالا اور گاڑی کی طرف آ گیا..... اور پچھلا دروازہ کھول کر اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

چند لمحوں بعد گاڑی رواں دواں تھی۔

شاہ رُخ نے اپنی جیپ گاڑی سے کافی فاصلے پر رکھی ہوئی تھی۔ وہ خاموشی سے تعاقب کر رہا تھا۔ کافی موڑ کاٹنے کے بعد گاڑی کھلی سڑک پر دوڑ رہی تھی اور اس کے پیچھے شاہ رُخ کے جیپ۔

جاوید کی گاڑی ''اپنا گھر'' کے سامنے رُکی تو وہ بہت حیران سا ہوا اور کافی فاصلے پر جیپ کھڑی کر دی اور ان دونوں کے گیٹ پار کرنے کے بعد خود بھی پیچھے چلا آیا۔ جاوید لڑکی کو لے کر آفس کی طرف گیا تھا۔ بس اس کے لئے اتنا ہی کافی تھا۔ وہ واپس چلا آیا تھا۔

شاہ رُخ کا ذہن بری طرح اُلجھا ہوا تھا، کوئی کام درست نہیں ہو رہا تھا۔ ایک عجیب سی

اضطراری کیفیت اس کے چہرے سے ہویدا تھی۔

اس نے کھانا کھایا، اپنی یونیفارم زیب تن کی، ضروری چیزیں جیب میں ڈالیں اور کیپ لگا کر باہر آ گیا۔ اب اس کی جیپ کا رُخ پھر ''اپنا گھر'' کی جانب تھا۔

تھوڑی دیر بعد ہی وہ منتظمہ کے سامنے تھا اور من چاہی معلومات حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ منتظمہ نے رجسٹر کھول کر آج سہ پہر کے اندراج کا جائزہ لیا پھر سر اُٹھا کر نام بتایا۔

''درخشاں ظہیر..... لاوارث ہیں، والدین وفات پا چکے ہیں اگر آپ ملنا چاہیں تو مل سکتے ہیں۔''

''جی ملنا تو لازمی ہے۔''

''آیئے پھر میرے ساتھ.....'' وہ اُٹھ کھڑی ہوئی اور شاہ رُخ کو بڑے سے ہال کمرے میں لے آئی۔ جہاں کافی چہل پہل ہو رہی تھی۔ پولیس آفیسر کو دیکھ کر ایک کھلبلی سی مچ گئی اور سرگوشیاں سی سنائی دیں..... ''پولیس..... پولیس آئی ہے۔''

درخشاں ایک بستر پر پیر پھیلائے بیٹھی تھی۔ اس کا چہرہ خوف سے پیلا پڑ چکا تھا، اس لئے کہ پولیس آفیسر کا رُخ، اس کی جانب تھا۔

''آپ کا نام بی بی.....؟''

''جی.....؟ جی وہ..... درخشاں ظہیر.....''

''ہوں..... اِدھر آنے سے پہلے کہاں قیام تھا.....؟''

''اپنی بہن کے ہاں.....'' اس کی آواز کانپ رہی تھی۔

''وہاں سے کیوں آئیں.....؟''

''جی وہ میرا گھر نہیں تھا۔'' اس کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ چکے تھے۔

''لیکن یہ جگہ بھی تو آپ کا گھر نہیں ہے۔''

''لیکن یہاں تحفظ کا احساس تو ہے۔'' اس بار اس کی آواز مضبوط تھی۔

''وہاں آپ خود کو غیر محفوظ کیوں سمجھتی تھیں.....؟'' وہ اس کے چہرے پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔

''سمجھتی ہی نہیں تھی..... تھی ہی غیر محفوظ.....'' اس کی آواز بھرا گئی۔

''حالانکہ وہ آپ کی بہن کا گھر تھا۔'' اس کا لہجہ طنزیہ ہو گیا۔

''جی بہن کا تھا..... لیکن سوتیلی بہن کا.....'' اب اس کے اشک بہ نکلے۔

شاہ رُخ نے منتظمہ کو جانے کا اشارہ کیا..... وہ اشارہ پاتے ہی ٹل گئی۔

''آپ جاوید کے ہتھے کس طرح چڑھیں.....؟'' اس کا لہجہ سنگین ہو گیا تھا۔

''جاوید.....!'' وہ حیران ہوئی..... ''اوہ اچھا..... جاوید قریشی صاحب.....''

''جی.....! جاوید قریشی صاحب.....'' وہ چبا چبا کر بولا۔

''جی میں ان کی گاڑی کے سامنے آ گئی تھی۔''

''کس طرح.....؟'' اس نے جرح کی۔

''جی میں اپنے گھر سے بھاگی تھی..... مرنے کے لئے.....'' اس کے آنسو تواتر سے بہنے لگے۔ ''لیکن بچ گئی۔''

''اور جاوید آپ کی پرورش کا ٹھیکا لے کر اپنے گھر لے گیا۔'' شاہ رُخ کا انداز جارحانہ تھا۔ درخشاں نے چونک کر شاہ رُخ کا چہرہ دیکھا۔ اسے اس کی آواز سنی سنائی سی محسوس ہوئی تھی۔

''نہیں..... میں ہاسپٹل سے فرار ہو کر ان کے پاس پہنچی تھی تاکہ وہ مجھے کسی محفوظ جگہ پہنچا دیں۔''

''اچھا یہ بتائیں..... آپ گھر سے بھاگیں..... کیا بھاگنے سے مسائل حل ہو جاتے ہیں.....؟''

درخشاں گہری سوچ میں ڈوب گئی..... پھر نظریں جھکائے جھکائے بولی۔

''آفیسر.....! آپ نے سنا ہوگا کہ عورتیں اپنی عزت بچانے کے لئے کنویں میں چھلانگ لگا دیتی ہیں..... اگر میرے گھر میں بھی کنواں ہوتا یا نزدیک ہی کہیں ہوتا تو میں بھاگنے کے بجائے کنویں میں چھلانگ لگا دیتی۔'' اس کی آواز بے حد شکستہ تھی۔ پھر وہ مزید گویا ہوئی۔

''میرے پاس اس کے علاوہ کوئی راستہ باقی نہیں رہا تھا، رشتے تحفظ کی کسوٹی نہیں

رہے اور میرے یہ رشتے دار تو تھے ہی سوتیلے۔

میری سوتیلی بہن سات بچوں کی ماں اور ایک بدصورت عورت ہے۔ میں نہیں کہتی..... میرے بہنوئی کہتے ہیں..... ''یہ رشتے'' میرے والد نے وراثت میں مجھے دیئے تھے۔''

''آپ کے بہنوئی کا رویہ آپ کے ساتھ کیسا تھا.....؟''

''میں یہاں نظر آ رہی ہوں..... یہی ان کا رویہ ہے۔''

''ہوں.....'' وہ فوراً بات کی تہ تک پہنچ گیا۔

''آپ نے اپنی بہن سے ان کی شکایت کیوں نہ کی.....؟''

''کی تھی..... جس کے نتیجے میں انہوں نے میرا چہرہ نوچ ڈالا کہ بہنوئی پر کیچڑ اُچھال کر احسان فراموشی کا ارتکاب کر رہی ہوں، ان کا ایک امیج بنا ہوا ہے بیوی کے سامنے، وہ بہت بڑے اداکار ہیں۔ میں برسوں سے مردانہ وار مقابلہ کر رہی تھی۔''

''فرار کا فوری سبب.....؟'' وہ اب کرسی سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

''میری بہن ڈلیوری کے سلسلے میں ایک مقامی اسپتال (میٹرنٹی ہوم) میں داخل ہوئی تھیں۔ اسی شام میں نے خوف کو اپنے بہت نزدیک محسوس کر لیا تھا..... مجھے سالوں ہو گئے تھے..... اس منافق سے خاموش جنگ کرتے ہوئے..... میں شل ہو چکی تھی..... میں غریب سہی لیکن..... آبرومند عورت غریب نہیں ہوتی.....'' وہ ہچکیاں لے کر رو پڑی تھی۔

''مجھے حیرانی ہے ایک طرف وہ مرد ہے جو میرا محرم ہے اور لٹیرا ہے، رشتوں پر کند چھری چلانے کو تیار..... بے ضمیر اور حیوان..... اور ایک طرف..... جاوید قریشی صاحب..... ایک دم اجنبی اور ناواقف..... محترم آفیسر.....! انسان اپنی نظر سے پہچانا جاتا ہے۔ وہ ماں خوش نصیب ہے جسے جاوید صاحب جیسا بیٹا نصیب ہوا..... اُن کی صاف نظر، اُن کے کردار کا اُجالا ہے۔ آپ یقین کریں، جاوید صاحب اس قدر باکردار انسان ہیں کہ میں بیان کرنے سے قاصر ہوں اور اپنی بہنوں کے بھائی ہونے کا احساس انہیں اس قدر ہے کہ وہ اپنی بہنوں کے واسطے پر اپنے آپ کو داؤ پر لگانے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ کس قدر خوش نصیب ہیں اُن کی بہنیں..... میں تاحیات اُن کی احسان مند رہوں گی..... ورنہ کیا معلوم بھٹک کر کہاں پہنچ جاتی۔

مجھے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہ تھی، بمشکل مقامی کالج سے انٹر کیا، پیدل کا راستہ تھا، مجھے کسی جگہ کا راستہ بھی معلوم نہیں تھا ورنہ شاید.....'' اس نے ناک پونچھی۔

''میرا بس چلے تو میں اس عظیم بھائی اور شفاف نظر انسان کے پاؤں چھو کر زندگی گزار دوں۔ ورنہ کون شریف انسان یہ خطرہ مول لیتا ہے.....؟ میری دُعا ہے وہ ہمیشہ سکھی رہیں۔''

شاہ رُخ کی پیشانی پر موتی چمکنے لگے تھے۔

♦ ♦ ♦

''حد کرتے ہیں چھوٹے بھائی آپ..... کیا شاہ رُخ بھائی سہرا باندھنے کے اسپیشلسٹ ہیں.....؟''

گڑیا کا پارہ چڑھ گیا تھا..... دیر ہوئی جا رہی تھی..... ابو کی پنکچوئیلیٹی (وقت کی پابندی) پر حرف آ رہا تھا، اس کا اپنا بھی میک اَپ بھاگ دوڑ میں تباہ ہو رہا تھا، باپ کی ''جلدی کرو'' کی آواز نے اس کے موڈ کا ستیاناس کر دیا تھا..... امی ابو کو سمجھانے میں لگی ہوئی تھیں کہ ''دوستی وآئین وفا'' بھی کسی چڑیا کا نام ہے کہ نہیں.....

ابھی فرح کا میک اَپ مکمل نہیں ہوا تھا، وہ ''اس دیر'' سے بے پروا اطمینان سے اپنا ''کام'' کر رہی تھیں۔ گڑیا کو ہمیشہ ہر کام کی جلدی رہتی تھی ..... اس وقت بھی وہ دُلہا کے ساتھ ساتھ تیار ہو چکی تھی۔

''شاہ رُخ بھائی سہرا نہیں باندھیں گے۔'' وہ جل کر بولی۔

''ارے باندھوں گا تو میں ہی، تم فکر نہ کرو.....'' وہ عجلت کے انداز میں گویا ہوا۔

''بات تو پوری سن لیا کریں چھوٹے بھائی..... میں کہہ رہی ہوں شاہ رُخ بھائی آپ کے سہرا نہیں باندھیں گے، سہرا بہنوئی باندھتا ہے..... کیوں امی.....؟'' وہ اپنی مصروف ماں کی طرف متوجہ ہوئی۔

''ارے تو کہاں سے لاؤں ریڈی میڈ بہنوئی.....'' وہ شرارت سے اسے دیکھ کر بولا۔

گڑیا نے منہ پھلا لیا، ''رشتے کے بہنوئی کیا کم ہیں۔'' وہ بسوری۔

لیکن ایک دم کھل اُٹھی تھی، ''آ گئے..... وی آئی پی، سادہ کپڑوں میں پولیس آئی

ہے۔'' وہ چہک اُٹھی۔ سرمئی شلوار سوٹ اور سیاہ پشاوری چرچراتی چپل میں شاہ رُخ مسکراتا ہوا آرہا تھا۔

''ہائیں.....'' خاندان کی عمر رسیدہ خواتین بوکھلا کر گڑیا کی شکل دیکھنے لگیں۔

''السلام علیکم.....! شاہ رخ بھائی.....! ارے آنٹی بھی ہیں .....السلام علیکم.....! اور یہ .....ہوں دیکھ لیا..... چھوٹے بھائی..... بلکہ دیکھ لی دوستی اور ''آئین وفا کی چڑیا۔'' آپ تو ان کے بغیر سہرا نہیں بندھوار ہے تھے اور یہ ہیں کہ.....'' اس نے بھائی کو چڑایا۔

جاوید تو جیسے پتھر کا ہو گیا تھا..... اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ گلابی ساڑھی (جس کے بارڈر پر سیاہ کٹ ورک کا کام بنا ہوا تھا) میں ملبوس..... ہو بہو..... وہی..... جس کی پریشانی اور عزت کی خاطر اس نے دوست کے سامنے تذکرہ تک نہیں کیا تھا..... اور وہ اسی دوست کے ہمراہ اعتماد کے رشتے میں بندھ کر بھروسے سے مسکرا رہی ہے..... اس نے شاہ رُخ کی طرف دیکھا۔

شاہ رُخ کو عزیز از جان دوست کی حالت پر ترس سا آگیا..... وہ اس سے بغلگیر ہو کر اُبلتا ہوا قہقہہ نہ روک سکا۔

''ہاہا..... ہاہا..... میرے یار..... پریشان مت ہو، سب بتاتا ہوں بلکہ دُلہن کے گھر تک یہی باتیں ہوں گی ..... سب سمجھ میں آجائے گا۔''

درخشاں تو ساس کے ساتھ ایک الگ گاڑی میں بیٹھ گئی اور شاہ رُخ جاوید کے ساتھ..... گاڑی شاہ رُخ ڈرائیو کر رہا تھا اور حیران پریشان سے جاوید کو بتا رہا تھا کہ اس نے کب اس کے ہاں اس لڑکی کو دیکھا..... ویران گھر میں ''مقید'' لڑکی کو دیکھ کر کس طرح شک و شبہے میں مبتلا ہوا۔

''جاوید .....! میں نے تمہارے کردار پر شک کیا، تمہارے بارے میں بہت غلط سوچا ..... اور جب حقیقت منکشف ہوئی تو میں نے خود میں تمہارا سامنا کرنے کی ہمت نہ پائی..... مجھے اپنی سوچوں پر ندامت ہوئی، میں نے برسوں کے سنگی کے بارے میں اپنی سوچوں کو آلودہ کیا تھا۔ ایک چبھن سی تھی دل میں..... سو اس کا مداوا میں نے ''یہ'' کیا..... میں ان کے بہن بہنوئی سے بھی ملا تھا..... کتنے ظالم ہوتے ہیں لوگ، آئینوں پر سنگ باری کرتے

ہیں۔ درخشاں بہت اچھی لڑکی ہے، میں نے اسے تحفظ یا پناہ نہیں دی بلکہ اپنے ضمیر کی اس چبھن کا علاج کیا ہے جو اتنے عظیم دوست پر شک کر کے حاصل کی تھی..... اپنے ضمیر کے شرمندہ اور لرزاں وجود کو پناہ دی ہے۔"

"وہ تو کہہ رہی تھیں کہ ان کی شادی....." جاوید ہکلایا۔

"جانے بھی دو یار..... بلکہ معاف کر دو کہ اصل بات یہی تھی اور کچھ نہیں۔"

⌘ ⌘ ⌘